نئی صدی کے آغاز پر خدا تعالیٰ کی طرف سے السلام علیکم کا تحفہ

حمد اور شکر کے ساتھ نئی صدی میں داخل ہوں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴/ مارچ ۱۹۸۹ء بمقام اسلام آباد ٹلفورڈ انگلستان)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

چند دن پہلے ہم ہر بات کا آخری کی نسبت سے ذکر کر رہے تھے کہ یہ پہلی صدی کا آخری جمعہ ہے یا یہ پہلی صدی کی فلاں آخری بات ہے، یہ پہلی صدی کی فلاں آخری بات ہے۔ اب دن بڑھ گئے ہیں اور اگلی صدی کی پہلی باتیں کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ چنانچہ اس پہلو سے خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ آج ہم سب کو احمدیت کی دوسری صدی کا پہلا جمعہ پڑھنے کی توفیق عطا ہو رہی ہے۔ ہماری بڑی خوش نصیبی ہے کہ تمام جماعت احمدیہ عالمگیر جس کے افراد اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے زندہ ہیں۔ خواہ وہ بڑے ہیں یا چھوٹے ہیں، مرد ہیں یا عورتیں ہیں، بوڑھے ہیں یا بچے ہیں وہ سب جو گزشتہ صدی بھی دیکھ سکے اور اس نئی صدی میں داخل ہوئے اور آج ہم اکٹھے اس نئی صدی کے سر پر کھڑے ہیں اور دور تک پھیلے ہوئے اگلی صدی کے منظر کا تصور باندھ رہے ہیں۔ بعض دفعہ سڑکیں یا مناظر فی ذاتہٖ نہ اونچے ہوتے ہیں نہ نیچے ہوتے ہیں لیکن دیکھنے والے کو وہ اونچے یا نیچے دکھائی دے رہے ہوتے ہیں۔ سائنس میوزیم میں اس قسم کے کئی نظارے نظر کے دھوکوں کو ظاہر کرنے کے لئے دکھائے جاتے ہیں۔ گزشتہ مرتبہ جب مجھے کینیا جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک سڑک کے اوپر قافلے کے جملہ افراد کی راہیں بٹ گئیں۔ بعضوں کا خیال تھا کہ یہ سڑک اوپر جا رہی ہے اور بعضوں کا خیال تھا

یہ نیچے جارہی ہے۔ چنانچہ ہم نے کاریں روکیں اور ایک سے زیادہ مرتبہ روکیں لیکن جن لوگوں کو وہ سڑک اونچی جاتی دکھائی دے رہی تھی اُن کو پھر بھی اونچی ہی دکھائی دی اور جن کو نیچے جاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھے اُن کو نیچے ہی دکھائی دی۔ اسی طرح اس اگلی صدی کی سڑک کا حال ہے۔ دنیا کے وہ تمام لوگ جو خدا تعالیٰ سے تعلق نہیں جوڑ سکے اُن کو یہ صدی کی سڑک نیچے جاتی ہوئی دکھائی دے گی۔ اُن کے لئے تنزل اور پھر تنزل اور پھر تنزل کے سوا کچھ نہیں لکھا ہوا لیکن وہ سارے خوش نصیب جو آج خدا سے تعلق جوڑ چکے ہیں یا کل جوڑیں گے یا پرسوں جوڑیں گے اُن کے لئے صدی کی یہی سڑک بلندیوں کی طرف حرکت کرتی ہوئی دکھائی دے گی اور صرف دکھائی ہی نہیں دے گی واقعۃً اُن کو ہر قدم بلندیوں کی طرف لے کر جائے گی۔ پس جماعت احمدیہ کو بھی آج اس آئندہ صدی کے کنارے پر کھڑے ہو کر یہ صدی کی سڑک بلند ہوتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے اور آسمان کی رفعتوں سے باتیں کرتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔ آج ہم جس مقام پر کھڑے ہیں بلا شبہ اگلی صدی کے آغاز پر وہ لوگ جو اُس زمانے میں تیسری صدی کا منہ دیکھ رہے ہوں گے وہ اس طرح حیرت سے ہمیں نیچے کی طرف دیکھیں گے کہ گویا ہم ہزاروں کوسوں کی مسافت پر اُن سے نیچے کھڑے اُن کو بلندی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ ایک یہ ہے منظر جو نظر کے اور زاویے کے اختلاف سے پیدا ہوتا ہے اور جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبے میں بیان کیا تھا اس منظر کو اگر پلٹ کر دیکھا جائے تو آج جو ہم پچھلی صدی کو سر جھکا کر دیکھ رہے ہیں گویا احمدیت ابھی آغاز ہی میں تھی اور آج کے مقابل پر دنیاوی طاقتوں کے لحاظ سے کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی تھی لیکن اچانک جب ہم منظر تبدیل کریں، نظریہ تبدیل کریں، زاویہ بدلیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ صدی کا وہ کنارہ اتنی بلندی پر ہے، اتنی بلندی پر ہے کہ اگر ہم اُس کی طرف دیکھیں تو ہمارے سر کا لباس سر کی ٹوپی اُتر جائے اور جس طرح کہا جاتا ہے کہ بلندی کی طرف دیکھتے ہوئے پگڑی سنبھال کر دیکھنا چاہئے ہمیں اُن بلندیوں کی طرف دیکھتے ہوئے پگڑیاں سنبھالنی چاہئیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس صدی کے سر پر کھڑے تھے اس نئے نقطہ نگاہ سے اس نئے زاویے سے دیکھا جائے تو وہ اس دور کی بلند ترین جگہ پر تھے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے زمانے سے تیرہ سو سال پہلے جب دیکھتے تھے تو اپنی پگڑی سنبھال کر دیکھتے تھے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف نگاہ جاتی تھی تو آپ کے قدموں پر نگاہ پڑا کرتی

تھی۔ پس دیکھیں واقعات ایک ہی سے ہیں اور زاویے بدلنے سے اور نقطہ نگاہ بدلنے سے کس طرح مناظر یکدفعہ تبدیل ہو جاتے ہیں۔ پس ایک پہلو سے تو ہم یقیناً بلندی کی طرف جائیں گے اور وہ پہلو ہے احمدیت اور اسلام کا غلبہ اور اس کی ترقی اور دنیاوی لحاظ سے، ادبی لحاظ سے جماعت کا ہر پہلو سے وسعت اختیار کرنا لیکن میں آپ کو دوسرے پہلو کی طرف بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ تعداد میں آپ خواہ لاکھوں کروڑوں گنا زیادہ ہو جائیں اگر رفعتوں کا حقیقی تصور آپ نے تبدیل ہونے دیا، اگر تعداد ہی کو معیار ترقی سمجھ لیا تو پھر آپ کی نجات کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ جہاں رفعتوں کا تصور باندھیں وہاں آج سے سو سال پہلے ہی نہیں بلکہ چودہ سو سال پہلے نگاہ کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس صدی کا آغاز کیا اُس کی بلندی کی طرف بھی دیکھیں اور آج سے چودہ سو برس پہلے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے جس بلندی سے بنی نوع انسان کو مخاطب فرمایا اُس کی طرف بھی نگاہ کریں اور وہ رفعتیں حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ وہ رفعتیں تعداد سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں، دنیاوی وجاہتوں سے اُن کا کوئی بھی رشتہ نہیں، جب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ ایک تھے اُس وقت ساری کائنات کا خلاصہ آپ تھے۔ آپ ہی تھے جن کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا **لولاك لما خلقت الافلاك** (روح المعانی جلد اول صفحہ: ۷۰) اے میرے پیارے بندے! اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں ساری کائنات کو پیدا نہ کرتا۔

پس اصل رفعتیں وہی ہیں جو روحانی رفعتیں ہیں، جو خدا کی نگاہ میں رفعتیں کہلاتی ہیں اور اُن کا دنیاوی وجاہتوں اور عددی اکثریت سے کوئی بھی تعلق نہیں۔

پس آپ آج اس صدی کے سر پر کھڑے ہیں اور آج آپ وہ لوگ جو میرے ساتھ اس خطبے میں شریک ہیں اس صدی کا پہلا خطبہ سُن رہے ہیں اور پہلا جمعہ پڑھ رہے ہیں۔ اس اوّلیت کو روحانی اوّلیت میں تبدیل کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہیں۔ زمانے کے لحاظ سے آپ کو ایک اوّلیت عطا کی گئی ہے۔ روحانی اقدار کے لحاظ سے، علمی اقدار کے لحاظ سے، مذہبی اقدار کے لحاظ سے، تقویٰ کے لحاظ سے، خدا سے تعلق اور محبت اور پیار کے لحاظ سے اور بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی کے لحاظ سے اوّل بننے کی کوشش کریں کیونکہ آپ کو خدا نے صدی کے سر پر کھڑا کر کے آج تمام دنیا میں اوّل قرار دے دیا ہے۔ پس اُن تمام خوبیوں میں اوّل ٹھہریں جو خدا کی نگاہ میں اوّل قرار دیئے جانے

کا پیمانہ قرار دی جاتی ہیں۔

آج جو آپ میرے ساتھ خطبہ جمعہ سن رہے ہیں یا جمعہ پڑھ رہے ہیں آپ کو میں یہ اطلاع خوشکن اطلاع بھی دیتا ہوں کہ اس وقت اس آواز کو ماریشس کے احمدی بھی سن رہے ہیں اور جرمنی کے احمدی بھی سن رہے ہیں۔ یہ وہ صدی کا پہلا خطبہ ہے جس کو آسمانی رسل ورسائل کے ذریعہ سے اس کو سیٹلائٹ ہک اپ (Hook up) کہتے ہیں سب سے پہلے ماریشس کی جماعت نے سننے کا انتظام کیا اور اب مجھے اطلاع ملی ہے کہ جرمنی کی جماعت نے بھی اس خطبے کو براہ راست سننے کا انتظام کیا ہوا ہے۔ ماریشس کی جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی مخلص اور فعال جماعت ہے اور جب میں نے وہاں دورہ کیا جیسا کہ میں نے اپنے بعض خطبات میں پہلے بھی ذکر کیا تھا اُن کے اندر میں نے زندگی کے ایسے آثار دیکھے جن کے نتیجے میں میں بہت سی امیدیں وابستہ کر کے وہاں سے لوٹا اور بعد میں جتنی اطلاعات بھی مجھے مل رہی ہیں اُن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دن بدن اُن کے اندر نیا ولولہ پیدا ہوتا چلا جارہا ہے۔ زندگی کی علامتیں بڑھتی چلی جارہی ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ جماعت ہر پہلو سے بڑی تیزی کے ساتھ ترقی کر رہی ہے۔ اسی طرح جرمنی کی جماعت کا حال ہے۔ نوجوانوں کی یہ جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی فعال اور دین کی راہ میں قربانیاں کرنے میں تمام دنیا کی جماعتوں میں اوّلین جماعتوں میں شامل ہے۔ اس پہلو سے خدا تعالیٰ نے ان کو یہ اوّلیت بھی عطا فرما دی کہ یہ دونوں جماعتیں آج اس اہم تاریخی خطبے میں ہم سب کے ساتھ اسی طرح شریک ہیں جس طرح ہم اکٹھے ایک جگہ بیٹھے ہوں۔

پس میں آپ سب کو بھی اور اُن سب کو بھی جو براہ راست میری آواز کو سن رہے ہیں اور دنیا کے اُن تمام احمدیوں کو بھی جو آج براہ راست اس آواز کو نہیں سن رہے لیکن کل یا پرسوں سن سکیں گے دل کی گہرائی سے نکلی ہوئی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کا تحفہ پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے ممکن نہیں ہمارے لئے کہ ہم اس شکریہ کا حق ادا کرسکیں۔ گزشتہ صدی میں ہم پر اتنے احسانات کی بارشیں نازل فرمائیں اس کثرت کے ساتھ خدا کی رحمتوں کے نشان ہم نے نازل ہوتے دیکھے۔ اتنے عظیم خطرات سے خدا تعالیٰ نے جماعت کو محفوظ اس طرح نکالا جس طرح محبت کرنے والے دو بازوؤں میں سمیٹ لیا گیا ہو اور بسا اوقات ایسے سخت وقت

آئے، ایسے کڑے وقت آئے کہ خطرہ تھا کہ بعض علاقوں سے جماعت کی صف لپیٹ دی جائے گی مگر خدا تعالیٰ کی غیر معمولی قدرت نے حیرت انگیز جلوے دکھائے۔ پس ان سب امور کی طرف جب ہم نگاہ دوڑاتے ہیں تو شکر کے جتنے بھی جذبات دل میں پیدا ہوتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ پیاس نہیں بجھی۔ بعض دفعہ اس کیفیت میں جب خدا تعالیٰ کے احسانات کا تصور باندھتا ہوں اور وہ راہیں تلاش کرتا ہوں جن پر سجدے کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے خدا کا شکر ادا کیا جائے۔ تو اس مضمون کو اتنا پھیلا ہوا دیکھتا ہوں، اپنی طاقت سے اتنا بڑا ہوا پاتا ہوں کہ کوئی پیش نہیں جاتی۔ بے اختیار اس کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اے محسن! تو اتنا احسان کرنے والا ہے کہ کوئی دنیا کا ممنون احسان خواہ ایک ہو خواہ قومیں ہوں، خواہ ایک ملک کے باشندے ہوں یا تمام عالم کے بسنے والے ہوں دن رات بھی اگر وہ تیرے احسانات کا شکریہ ادا کریں تو اُن کے بس میں نہیں ہے۔ اس لئے ہم سے مغفرت اور رحمت کا سلوک فرما۔ ہمارے دل کی بے قرار تمناؤں پر نظر کر۔ ہم چاہتے ہیں کہ تیرے احسانات کا شکریہ ادا کریں مگر ہم میں طاقت نہیں ہے۔ یہ باتیں جو میں کہہ رہا ہوں اس میں قطعاً لفاظی کا کوئی شائبہ بھی نہیں۔ آپ میں سے ہر ایک کو میں اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ آج اپنی زندگی پر اگر مُڑ کر نگاہ ڈالیں بچپن سے لے کر آج تک کے واقعات پر نظر ڈالیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کتنے بھیانک موڑ آپ کی زندگیوں پر ایسے آئے تھے اُن میں سے ہر موڑ آپ کے لئے ہلاکت کا پیغام لا سکتا تھا اور آپ کو یہ توفیق نہ ملتی کہ موڑ مُڑ کر اپنے سفر کا باقی حصہ طے کر سکیں۔ زندگی کو بھی مختلف خطرات پیش آئے، ایمان کو بھی مختلف خطرات پیش آئے۔ دنیا کی دولتوں اور حیثیتوں کو بھی خطرات پیش آئے اور خدا تعالیٰ نے بسا اوقات ایک دفعہ نہیں، دو دفعہ نہیں، دس دفعہ نہیں، بیس دفعہ نہیں بلا شبہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہم میں ہر ایک کی زندگی میں ہزار ہا مرتبہ ایسے احسانات کے سلوک فرمائے کہ اُن میں سے ایک ایک احسان اس لائق ہے کہ اُس کے شکریے میں زندگیاں گزاری جائیں۔ یہ مضمون ہر انسان پر کھل سکتا ہے اگر وہ احسان شناسی کی نظر پیدا کرے اور دنیا کا کوئی انسان بھی ایسا نہیں جو اس پہلو سے خدا تعالیٰ کے زیر احسان نہ ہو۔ جماعت احمدیہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ نظارے بہت زیادہ دکھائی دیتے ہیں۔ پس اس صدی کو شکر کی صدی بنانا ہے اور خدا تعالیٰ کے احسانات کو یاد رکھنے اور احسانات کو پہچاننے کی صدی بنانا ہے۔ ورنہ غفلت کی آنکھ سے اگر آپ دیکھیں تو احسانات کی خواہ

بارش ہو رہی ہو تب بھی انسان کے شکر کی زبان سوکھی رہتی ہے۔حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان وہ زبان تھی کہ جب آسمان سے بارش کا پہلا قطرہ گرا کرتا تھا تو آپ زبان باہر نکال کر اپنی زبان پر اس قطرے کو لیا کرتے تھے۔ظاہری لحاظ سے وہ زبان تر ہوتی تھی لیکن دراصل اس میں ہمیں ایک پیغام ہے کہ خدا تعالیٰ کے احسانات کے ہر قطرے سے ہماری زبانیں تر رہنی چاہئیں اور ہمارا دل اُن احسانات سے سیراب رہنا چاہئے۔پس یہ صدی ہمیں احسانات منانے کی صدی بنانی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جو میرے احسانات کا شکر کرتا ہے میں اُسے بڑھاتا چلا جاتا ہوں،اس پر مزید فضل کرتا چلا جاتا ہوں اس لئے اگر آج آپ یہ فیصلہ کریں کہ اس صدی کو احسانات منانے کی صدی بنائیں گے تو یہ تو نہیں ہو سکے گا کہ ایک صدی کے اندر آپ خدا تعالیٰ کے احسانات گن سکیں یا اُن کا شکریہ ادا کر سکیں۔ہزاروں صدیوں کے احسانات کا بوجھ آپ کی آئندہ نسلوں پر پڑ جائے گا اور وہ بھی اگر احسان مندر ہیں گی تو ان پر بھی خدا تعالیٰ کے احسانات کی بے انتہا بارشیں برستی رہیں گی۔کتنا آسان طریق ہے خدا کے فضلوں کو جذب کرنے کا،کتنا مؤثر طریق ہے اللہ تعالیٰ کے احسانات کو اپنے پیاسے دلوں کی طرف کھینچنے کا کہ اس کے احسانات کا تصور باندھیں اور اس تصور کے ساتھ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنا شروع کریں۔تصور باندھنے کا احسان کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے اور اس مضمون کو میں آپ پر خوب ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔بہت سی زبانیں آپ نے دیکھی ہوں گی جو ہر وقت خدا تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں حرکت کر رہی ہوتی ہیں اور بہت سے ایسے ہاتھ بھی دیکھے ہوں گے جن میں تسبیحیں تھامی ہوں گی اور زبان کی ہر حرکت کے ساتھ تسبیح کے دانے بھی ہر وقت گردش میں رہتے ہیں لیکن کیا واقعۃً اس زبان کی حرکت اور دانوں کی گردش کے ساتھ خدا تعالیٰ کے احسانات بھی دلوں میں اسی طرح گردش کرتے ہیں؟ یہ ہے وہ سوال جس کے جواب پانے کے نتیجے میں ہر شخص کی تسبیح کی ایک حیثیت مقرر کی جاتی ہے اور خدا کی نظر میں صرف اسی تسبیح کی حیثیت ہے جو دل کے پردوں پر گردش کر رہی ہو۔پس سچی تسبیح احسانات کے عرفان کے نتیجے میں عطا ہوا کرتی ہے اور اس عرفان کو حاصل کرنے کے لئے کسی لمبی جدوجہد کی ضرورت نہیں ہے ایک اندرونی بیداری کی ضرورت ہے۔ اندرونی طور پر شعور کو جگانے کی ضرورت ہے۔صبح جس حال میں آنحضرت ﷺ آنکھیں کھولا کرتے تھے۔آنکھ کھلنے کے ساتھ ہی خدا کے شکر کا اظہار شروع ہو جاتا تھا اور پہلی بات یہ کرتے تھے

کہ اے خدا! تو نے کتنا احسان فرمایا کہ مجھے ایک قسم کی موت کے منہ سے نکال کر دوبارہ زندگی عطا کی۔ آج میں تیرے فضل کے نتیجے میں، تیرے رحم اور کرم کے نتیجے میں آنکھیں کھول رہا ہوں۔ یہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی آنکھیں تھیں جو بظاہر نیند سے اُٹھنے کے وقت کھلا کرتی تھیں لیکن فی الحقیقت نیند کی حالت میں بھی کھلی رہتی تھیں۔ آپ کے عرفان کا یہ عظیم مقام تھا کہ آپ ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ بظاہر میری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر میرا دل کبھی نہیں سوتا اور نیند کی حالت میں بھی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کے تصور میں تسبیح وتحمید میں مصروف رہتا ہے۔ پس حضور اکرم ﷺ سے تسبیح وتحمید کے اسلوب سیکھیں۔ تسبیح وتحمید کے آداب سیکھیں۔ پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کے تابع ہے۔ تب آپ کو یہ بات سمجھ آئے گی کہ کیوں ہم یہ کہتے ہیں کہ ساری زندگی بھی اگر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے چلے جائیں تو وہ شکر ادا نہیں ہوسکتا۔ ہر سانس جو ہم لیتے ہیں، ہر ہوا کا ذرہ جو ہر سانس میں ہم لیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے احسانات کی نشاندہی کر رہا ہوتا ہے۔ ایک عارف باللہ اُن نشانات کا جب تصور باندھتا ہے تو اس ایک سانس کے تصور میں ہی سینکڑوں دوسرے سانس لے لیتا ہے۔ کس کس سانس کی پیروی کرے گا اُس کے احسان ادا کرنے کے لئے۔

ایک بزرگ کے متعلق یہ ذکر آتا ہے ایک دفعہ ایک مٹھائی کا ٹوکرا اُن کے سامنے تحفے کے طور پر پیش کیا گیا۔ کچھ اس میں لڈو تھے انہوں نے نکالے اور اپنے مریدوں کو لڈو بانٹ دیئے اور ایک لڈو خود ہاتھ میں پکڑ لیا۔ وہ تو اپنے اپنے لڈو کھا کر فارغ ہو گئے اور وہ جو بزرگ تھے انہوں نے لڈو سے دانہ دانہ نکال کر منہ میں ڈالنا شروع کیا اور ہلکا ہلکا اس کو چباتے رہے اور خیالات میں کھوئے رہے۔ ایک لمبا عرصہ گزر گیا اور وہ لڈو ختم نہ ہوا۔ تو اُن کے ایک مرید نے پوچھا کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا میں ہر دانہ جو منہ میں ڈالتا ہوں اس کے ساتھ یہ تصور باندھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ خدا کے رحمتوں کے کتنے جلووں نے یہ دانہ بنایا ہوگا۔ میرا ذہن میٹھے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ میرا ذہن اس نئے شکر کی طرف یعنی گنے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو کبھی کھیتوں میں اُگ رہا تھا پھر وہ تنومند ہوا، پھر اس میں رس پیدا ہوا، رس میں میٹھاس پیدا ہوئی اور کس طرح پھر اس کو میری خاطر کیونکہ خدا نے یہ دانہ میرے منہ میں ڈالنا تھا بڑی محنت کے ساتھ کسانوں نے کاٹا اور پھر کس طرح اس کا رس نچوڑا گیا اور یہ مضمون سوچتا چلا جاتا ہوں دانہ ختم ہو جاتا ہے یہ مضمون ختم نہیں ہوتا پھر ایک اور دانہ منہ

میں ڈالتا ہوں پھر اس سے پہلے کی طرف میری توجہ منتقل ہو جاتی ہے پھر میں سوچتا ہوں کہ صرف ایک میٹھا ہی تو نہیں ہے اور بھی اجزاء ہیں اس کے وہ لکڑیاں بھی تو ہیں جن سے آگ جلائی گئی اور وہ چنے بھی تو ہیں یا مکئی یا جو بھی اس لڈو میں بطور نشاستہ کے ڈالا گیا کہ وہ سب چیزیں تھیں پھر ان کے اوپر کیا کیا گزری پھر کس کس طرح کس کس وقت زمیندار اٹھے اور پو پھٹتے وہ کندھوں پر ہل لے کر روانہ ہوئے کھیتوں کی طرف اُن کی حفاظت کس طرح کی گئی۔ اتنا وسیع مضمون اس ایک دانے کے ساتھ منسلک ہو گیا کہ وہ گھنٹہ تو لڈو ختم کرنے میں لگا لیکن گھنٹوں مزید درکار تھے اس مضمون کی تفصیل سے پیروی کرنے اور اس کو اپنے دل پر عرفان کی صورت میں جاری کرنے میں۔ اس مضمون کو آپ زندگی کے روزمرہ تجربہ میں پھیلا کر دیکھیں ہمارا وقت بہت محدود ہے۔ احسانات کا سلسلہ بہت دراز ہے اور ناممکن ہے کہ اگر ہمہ وقت ہم خدا تعالیٰ کے احسانات کا شکریہ ادا کرنے میں مصروف رہیں تب بھی ان احسانات کا شکریہ ادا نہ کر سکیں۔ یہ مضمون صرف وہاں سے شروع نہیں ہوتا کہ کس وقت ایک زمیندار ہل کندھے پر اُٹھا کر روانہ ہوا تھا بلکہ اگر آپ زمین و آسمان کی پیدائش پر غور کریں تو لاکھوں نہیں کروڑوں نہیں اربوں سال ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے انسان کے آنے کی تیاریاں کی ہیں۔ اس زمین کو بچھونا بنایا، پہاڑ کس طرح پیدا کئے گئے، سمندر کس طرح پیدا ہوئے، زندگی کا آغاز کیسے ہوا، کیسے کیسے قوانین جاری کئے گئے زندگی کی حفاظت کے لئے اور کس طرح وہ زندگی میں تناسب پیدا کیا گیا جس کے بغیر انسان کی پیدائش ناممکن تھی؟ انسان کی ہر ضرورت کو پیش نظر رکھ کر خواہ وہ ابتدائی زمانے کا انسان تھا یا آخری زمانے کا انسان ہر قسم کی ضروریات مہیا کی گئیں۔ خزائن ہیں زمین میں دبے ہوئے آج بھی جن تک ابھی ہماری نگاہ نہیں پہنچی مگر قرآن کریم یہ اعلان کر رہا ہے۔ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (الحجر: ۲۲) کوئی چیز ایسی نہیں ہے بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے جس کے خزانے ہم نے محفوظ نہ کر رکھے ہوں۔ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ لیکن ہم ان کو ایک اندازے کے مطابق ظاہر فرماتے چلے جاتے ہیں اور بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے نازل کرتے چلے جاتے ہیں۔

جن موٹروں پر آپ بیٹھ کر آئے ہیں جو تیل اُن موٹروں میں پھونکا گیا کیا آپ کو اندازہ ہے کہ اس تیل کی تیاری کے لئے خدا تعالیٰ نے کتنے سال لگائے ہیں۔ اربوں سال لگے ہیں۔ اس

تیل کو جس کو آپ بے تکلفی سے آج پھونک دیتے ہیں اس کو تیار کرنے پر ان گنت زندگیاں قربان کی گئیں۔ ان گنت زندگیوں کی قسمیں قربان کی گئی ہیں اور ایک بہت ہی لمبے عرصے پر جس کے اوپر ہمارا ذہن منتج نہیں ہوسکتا اس تک پہنچ نہیں سکتا خواہ ہم ہندسوں میں اس کی باتیں کرلیں مگر ہمارے تصورات اتنے محدود ہیں کہ فی الحقیقت ہم اس لمبائی کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ اتنے لمبے عرصے پر پھیلے ہوئے خدا تعالیٰ کی قدرت تیل کے چشموں کے لئے تیاری کر رہی تھی اور آج ہم بیٹھتے ہیں ایک گیلن تیل لیا اس کو پھونکا اور خیال بھی نہیں کرتے کہ یہ تیل کیسے بنا کیوں ہمارے ہاتھ آیا اور یہ خزانہ خدا نے کب سے ہمارے لئے بچا کر رکھا ہوا تھا؟ تو ایک بات نہیں دو نہیں تین نہیں لاکھوں کروڑوں اربوں انگنت باتیں ہیں جن کے ذکر کی بھی انسان کو مجال نہیں اور طاقت نہیں کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ میرے کلمات ایسے لامحدود ہیں، ایسے انگنت، اتنے بے پناہ ہیں کہ اگر سمندر سیاہی بن جائیں اور ان کلمات کو لکھنا شروع کیا جائے تو سمندر سوکھ جائیں گے لیکن ان کلمات کا ذکر ختم نہیں ہوگا اور اگر اور بھی ویسے سمندر ان کی مدد کے لئے آجائیں وہ سمندر بھی خشک ہو جائیں گے لیکن میرے کلمات کا ذکر کبھی ختم نہیں ہوگا۔

پس یہ وہ خدا ہے جس کے احسانات کے تابع ہم ہیں اور ہم جب کہتے ہیں کہ انگنت احسانات ہیں بارش کی طرح اس کے فضل نازل ہوتے ہیں تو ہم جانتے ہیں کہ ہم درست کہہ رہے ہیں اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ ایک قطرے کا مبالغہ بھی اس میں نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمتوں کی بارشوں نے ایک سو سال تک جماعت احمدیہ پر ہر قسم کے فضل نازل فرمائے۔

ع اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں قطرہ تھا اس کے فضل نے دریا بنا دیا اور ایک خاک کا ذرہ تھا جسے خدا نے ثریا بنا دیا ہے۔ پس آج جو ایک کروڑ احمدی اس دنیا میں بس رہے ہیں یہ اسی قطرے کے بنے ہوئے دریا ہیں۔ **پس اگر آپ خدا تعالیٰ کے احسانات کے ہر قطرے پر شکر ادا کرنے کا سلیقہ سیکھ جائیں گے تو آپ میں سے ہر ایک قطرہ یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ اگلی صدی کے آغاز سے پہلے ایک ایک کروڑ بن جائے اور اگر زمین پر آپ کے پھیلنے کی جگہ نہیں ہو گی تو اس صدی کا خدا آسمان میں وسعتیں عطا کرے گا اور آسمان میں آپ کے پھیلنے کے لئے گنجائشیں نکالی جائیں گی۔** زمانہ بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ آئندہ کیا

ہونے والا ہے لیکن یہ میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ اگر آپ احسان مند رہیں گے تو خدا کے فضلوں کے ساتھ آپ کے احسان مندی کا کوئی مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ وہ فضل آپ سے سینکڑوں ہزاروں گنا تیز رفتاری کے ساتھ آگے آگے بھاگیں گے اور آپ کا احاطہ کرلیں گے اور آپ میں استطاعت نہیں ہو گی کہ اُن فضلوں کا احاطہ کرسکیں۔

پس اس اگلی صدی کا پہلا پیغام ساری جماعت احمدیہ کے نام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے احسانات کا شمار کرنے کی کوشش کریں اور خدا تعالیٰ کے احسانات میں ڈوبنے کی کوشش کریں۔ آپ کے سارے مسائل احسان مندی کے ذریعے سے حل ہوسکتے ہیں۔ ساری مشکلات جذبہ احسان مندی کے ساتھ دور ہوسکتی ہیں لیکن احسان مندی حقیقی ہونی چاہئے محض زبانی نہیں ہونی چاہئے۔ عادت ڈالیں اپنی فطرت ثانیہ بنالیں کہ خدا تعالیٰ کے پیار اور محبت کا ذکر کر کے سوچوں میں ڈوب جایا کریں اور سوچا کریں کہ یہ بھی خدا کا احسان ہوا، وہ بھی خدا کا احسان ہوا۔ آج جو ہم اس وقت زندگی کی سانس لے رہے ہیں اور ایک جگہ اکٹھے بیٹھے ہوئے ہیں یہ بھی تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور بے شمار احسانات کا مجموعہ ہے۔ اس ضمن میں میں چند ایک چھوٹی چھوٹی اور باتیں بھی آپ کو بتاتا ہوں وہ کوئی سنجیدہ مضامین تو نہیں لیکن چونکہ پہلے کی بات شروع ہوئی ہے اس لئے آج کے خطبے میں بعض پہلی باتیں میں آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جو اس طرح قطرہ قطرہ کے طور پر شروع ہوئی ہیں۔

آج جیسا کہ آپ جانتے ہیں ہمارا یہ پہلا خطبہ ہے۔ میرا یہ پہلا خطبہ ہے اگلی صدی کا جو میں آپ کے سامنے پڑھ رہا ہوں۔ جہاں تک خطبہ نکاح کا تعلق ہے اس صدی کا پہلا خطبہ نکاح مکرم ڈاکٹر عبدالحمید صاحب مرحوم کی بچی نیرہ باہری حمید کا پڑھا گیا۔ باہری حمید ہالینڈ کی ایک مخلص احمدی خاتون ہیں جن کا نکاح ثانی ڈاکٹر عبدالحمید صاحب مرحوم سے ہوا تھا۔ وہ عبدالباقی ارشد صاحب کے والد تھے۔ انہوں نے مجھے ایک خط لکھا کہ میری بیٹی کا نکاح ہونا ہے اور میری دلی خواہش ہے کہ اگلی صدی کا پہلا نکاح یہ ہو۔ چنانچہ وہ اس پہلو سے مجھے ان کی بات بہت پسند آئی۔ واقعی یہ ایک تاریخی سعادت ہے کہ اگلی صدی کا پہلا خطبہ نکاح جو خلیفہ وقت پڑھے وہ جس کا بھی ہو جماعت میں ہمیشہ ایک خاص اعزاز کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ نکاح کے ساتھ اب میں دوسرا پہلو بیان کرتا ہوں جنازے کا۔ اس صدی کا پہلا جنازہ مکرم عبدالسلام خان صاحب مرحوم کا پڑھا گیا جو آج ہی ایک بجے

یعنی جمعہ سے پہلے پڑھا گیا۔عبدالسلام خان صاحب مرحوم صوبہ سرحد سے تعلق رکھنے والے ایک معزز پٹھان خاندان کے فرد تھے۔آپ کے والد نے جب ۱۹۰۸ء میں بیعت کی تو صوبے کے گورنر نے حکم دے کر آپ کے خاندان کو صوبہ بدر کر دیا۔ ۱۹۱۸ء میں خان صاحب بطور احمدی پیدا ہوئے اور ہمیشہ بڑے ہی اخلاص اور وفا کے ساتھ جماعت سے وابستہ رہے۔ بڑے دعا گو بزرگ تھے ان کی یہ خواہش تھی کہ میں اگلی صدی تک پہنچوں۔اللہ تعالیٰ نے اس خواہش کو اس طرح بھی پورا فرما دیا کہ اس صدی کی پہلی نماز جنازہ جو خلیفہ وقت نے ادا کی وہ خان صاحب مرحوم مغفور کی تھی۔اس صدی کا پہلا بچہ جو میرے علم میں آیا اور جسے میں نے اس صدی کا پہلا احمدی بچہ قرار دیا وہ آپ کے امیر آفتاب احمد خان صاحب کا نواسہ ہے اور اس کے بچے کے والد لطیف الرحمٰن ہیں اور دادا رفیق الرحمٰن اور خان صاحب کے والد ثناء اللہ خان صاحب ہوا کرتے تھے۔ بڑے نیک اور مخلص بزرگ تھے اور یہ اس صدی کا پہلا احمدی بچہ ہے۔آپ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ کوئی ایسی بات تو نہیں کہ اس اہم خطبے میں اس کا ذکر کیا جائے لیکن ابھی میں نے آپ کو ایک بات سمجھائی ہے آپ کیوں اس کو بھول رہے ہیں۔خدا تعالیٰ کی رحمتوں کی بارشیں دیکھیں کتنی وسیع ہوتی ہیں۔بعض دفعہ سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں لاکھوں میل تک پھیلی ہوتی ہے۔ کتنے قطرے گرنے ہوتے ہیں اُن بارشوں کے لیکن اس کے پہلے قطرے کو محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان باہر نکل کر اپنی چھاتی پر لیا کرتی تھی پیار اور محبت سے۔تو یہ قطرات ہیں جو بہت سے برسیں گے اور آج اس کا آغاز ہو رہا ہے۔ جنازوں کے متعلق تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ جنازے بھی تو ہوں گے لیکن واقعہ یہ ہے کہ جنازہ بھی ایک رحمت کا موجب ہے۔اس کو میں قطرات رحمت کے طور پر جو شمار کر رہا ہوں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہ فیصلہ کہ پیدائش خوشی کی بات ہے اور جنازہ غم کی بات ہے یہ ایسا آسان فیصلہ نہیں ہے۔حضرت مسیحؑ بعض باتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایسا شخص جو ہو اس پر تف ہے۔لعنت ہے اس دن پر جس دن وہ پیدا ہوا۔ایسا شخص جو ان باتوں سے محروم رہے یا ایسی بدیوں میں مبتلا ہو بسا اوقات دنیا کے عام محاورے میں ہم کہتے ہیں لعنت ہے اس دن پر جس دن وہ پیدا ہوا اور حضرت مسیحؑ کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے رحمت تھی اس دن پر، خدا تعالیٰ کی برکتیں تھیں اس دن پر، سلام تھا اس دن پر جس دن مسیح پیدا ہوا۔ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا (مریم: ۳۴) مسیح کی

زبان میں خدا تعالیٰ نے یہ الفاظ قرآن کریم میں محفوظ رکھے کہ سلام ہے اس دن پر جس دن میں پیدا ہوا اور سلام ہے اس دن پر جس دن میں فوت ہوا یا فوت ہوں گا اور اس دن پر بھی سلام جس دن میں دوبارہ اُٹھایا جاؤں گا۔ پس نا پیدائش سلامتی کا موجب ہوتی ہے نہ موت کوئی سلامتی کا موجب ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ بعض موتیں خدا تعالیٰ کے نزدیک سلامتی کا موجب بن جایا کرتی ہیں۔ رہتی دنیا تک جب تک قرآن کریم رہے گا اور ہمیشہ رہے گا کروڑ ہا اربوں بندے خدا تعالیٰ کے یہ آیت پڑھا کریں گے اور حضرت مسیح کی موت پر بھی سلامتی بھیجا کریں گے۔

پس جنازے کا بھی ایک رحمت کے طور پر ذکر کرنا کوئی بے جا بات نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ خان صاحب کی موت کا دن بھی سلامتی کا دن تھا۔ ان کا نام بھی سلام تھا جس دن یہ پیدا ہوئے ایک صحابی کی اولاد کے طور پر پیدا ہوئے۔ تمام عمر وفا کے ساتھ احمدیت سے چمٹے رہے۔ پس آج ان کی وفات کا دن بھی سلامتی ہی کا دن ہے اور پہلی صدی کا جنازہ جو آج ان کا پڑھا گیا ہے اس لئے لحاظ سے بھی یہ بہت ہی برکتوں کا موجب ہے۔ پس ہمیں خدا کی رحمت کے ہر نشان کو محفوظ رکھنا چاہئے۔ آئندہ صدی بہت سے انعامات ہمارے لئے لانے والی ہے۔ خدا کے بیشمار انعامات جو صدی کے آغاز سے نازل ہونے شروع ہوئے ہم ان کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کا علم بعد میں ہوگا لیکن ایک بات میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں سب سے آخر پر لیکن سب سے اہم۔

اس صدی کا پہلا الہام جو مجھے ہوا وہ صدی کے آغاز کے ساتھ ہی ہوا وہ تھا

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ''

پس ہم سلامتی کی جو باتیں کر رہے ہیں میں نے چاہا کہ میں آپ کو اس خوشخبری میں شریک کروں۔ وہ خدا جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس خدا کو گواہ ٹھہرا کر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس صدی کا پہلا پیغام مجھے یہ دیا ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ دُنیا خواہ چاہے آپ پر ہزار لعنتیں زبانی ڈالتی پھرے، ہزار، لاکھ و کروڑ کوششیں کرے آپ کو مٹانے کی مگر اس صدی کے سر پر خدا کی طرف سے نازل ہونے والا اسلام ہمیشہ آپ کے سروں پر رحمت کے سائے کئے رکھے گا اور ان رحمتوں اور سلامتیوں کے سائے تلے آپ آگے بڑھیں گے یہ صرف میرے نام پیغام نہیں ہے بلکہ تمام دُنیا کی جماعت کے لئے یہ پیغام ہے اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ یہ برکاتہٗ کا لفظ تو مجھے یاد نہیں

لیکن السلام علیکم ورحمۃ اللہ کو بالکل صاف کھلی آواز میں روشن آواز میں کہا اور اس سے میرا دل حمد سے بھر گیا کہ خدا تعالیٰ کی کیسی شان ہے کہ پہلی صدی کے آغاز پر ہی وہی وقت جب صدی شروع ہو رہی تھی اس وقت خدا تعالیٰ نے بڑے پیار اور محبت کی آواز میں اور بڑی کھلی کھلی واضح آواز میں مجھے السلام علیکم کا تحفہ مجھ پر نازل فرمایا تا کہ میں اسے تمام دنیا کی جماعتوں کے سامنے پیش کرسکوں۔ پس ماریشس کے وہ احمدی جو اس آواز کو سن رہے ہیں اُن کو بھی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا تحفہ پہنچے اور جرمنی کے وہ مخلصین جو اس آواز کو سن رہے ہیں ان کو بھی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا تحفہ پہنچے اور وہ سب احمدی جو اس آواز کو نہیں سن رہے ان کو بھی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا تحفہ پہنچے کیونکہ وقت ایسا ہے جو اس سلام کو پہنچانے کے لئے چنا گیا ہے اس لئے مجھے کامل یقین ہے کہ سلام ان احمدیوں کو بھی پہنچے گا جو ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ اُن احمدیوں کو بھی پہنچے گا جو ابھی احمدی نہیں ہوئے۔ ان قوموں کو بھی پہنچے گا جن تک ابھی احمدیت کا پیغام نہیں پہنچا۔ آئندہ ایک سو سال میں احمدیت نے کتنی ترقی کرنی ہے ہم اس کا ابھی تصور بھی نہیں باندھ سکتے۔ کن کن نئی سرزمینوں میں اس احمدیت نے جڑیں پکڑنی ہیں اور تنومند درخت بننے ہیں اور عظیم الشان خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے سائے ان درختوں کے ذریعے ان تمام زمینوں پر محیط ہونے ہیں۔ ہم ان باتوں کا آج تصور بھی نہیں کر سکتے لیکن یہ میں جانتا ہوں کہ جہاں تک بھی احمدیت پھیلے گی دنیا کے جس جس خطے میں بھی احمدیت کا پیغام قبول کیا جائے گا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امام زمانہ تسلیم کیا جائے گا جہاں جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سرداری کے سامنے احمدیت کے ذریعے سر تسلیم خم کئے جائیں گے اُن سب کو اس سلام کا تحفہ ہمیشہ ہمیش پہنچتا رہے گا۔ پھر آئندہ صدی میں کیا ہونا ہے اللہ بہتر جانتا ہے، کیسے لوگ ہوں گے۔ مجھے امید ہے اور مجھے کامل یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ خدا تعالیٰ تقویٰ کی ایک نئی لہر جاری کرے گا اس صدی کے لئے بھی اور رحمتوں کے نئے پیغام آئندہ صدی کے لئے خود پیش فرمائے گا۔

آج دنیا کے ہر احمدی کا دل خوش ہے ذرّہ ذرّہ خدا کے احسانات کے ذکر سے لرز رہا ہے۔ تموج میں ہے دل ہی نہیں بلکہ وجود کا ذرہ ذرہ کثرت کے ساتھ دنیا کے کونے کونے سے مبارکباد کی تاریں موصول ہو رہی ہیں اور زمین کے کناروں تک سے یہ آوازیں آ رہی ہیں کہ ہاں خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچا کر چھوڑا ہے لیکن ابھی ان

کناروں کو مزید وسعتیں عطا ہونی ہیں۔ آج جو ہم احمدی نسلیں زندہ ہیں ہم نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کس حد تک اپنے معیار خلوص کو بلند کر کے اور قربانیوں کے معیار کو بلند کر کے ہم نے اگلی صدی کے ذریعے، اگلی صدی کی آنے والی نسلوں کے لئے رحمت کے سامان مہیا کرنے ہیں۔ بہت سے خوش نصیب ہم میں سے ایسے ہیں جنہوں نے گزشتہ صدی کے اختتام سے پہلے پہلے بہت سی بدیاں جھاڑ دیں۔ بہت سے گناہوں سے توبہ کی۔ بہت سے خوش نصیب ایسے ہیں جنہوں نے نئی روحانی زندگی پائی۔ بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے مجھے خط لکھے کہ ہم نے جب مسلسل خطبات سن کر اپنے نفس کا جائزہ لیا کہ کس حد تک ہم متقی ہیں اور کس حد تک یہ اہلیت رکھتے ہیں کہ اگلی صدی کے سر پر کھڑے ہوں تو ہم نے اپنے آپ کو بے حد گناہ گار پایا بلکہ اس لائق نہ پایا کہ ہم احمدی کہلائیں لیکن **آج اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے ہم تجدید بیعت کرنا چاہتے ہیں کیونکہ کامل خلوص اور کامل عزم کے ساتھ، پختہ عزم کے ساتھ ہم نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ ہمارا پہلا وجود مر کر پچھلی صدی میں دفن ہو جائے گا اور ایک نیا روحانی وجود اگلی صدی میں داخل ہوگا۔ پس یہ وہ جماعت ہے جس میں ہزاروں لاکھوں کو خدا نے نئی زندگیاں عطا کی ہیں، نئے وجود بخشے گئے ہیں، نئے خلق نصیب ہوئے ہیں۔ بہت سی بدیاں اُن سے جھڑ کر پچھلی صدی میں جا پڑی ہیں۔** آئندہ ان نیکیوں کی حفاظت کرنے کے سامان کرنے ہیں۔ ان نیکیوں کو پھیلانے کے سامان کرنے ہیں اور وہ سب احمدی جو ابھی تک اپنی بہت سی کمزوریوں کو دور نہیں کر سکے خواہش کے باوجود دور نہیں کر سکے اور میں جانتا ہوں کہ لکھوکھہا لکھوکھہا ایسے احمدی ہوں گے جو کوشش کے باوجود اپنی تمام کمزوریوں کو دور نہیں کر سکے تو میں اُن کو متوجہ کرتا ہوں کہ اس صدی کی نئی فضا میں جو تموج پیدا ہوا ہے، جو نیکی کے ذکر کے ساتھ دلوں میں اللہ تعالیٰ نئے ولولے پیدا کر رہا ہے ان سے استفادہ کرتے ہوئے ابھی وقت ہاتھ سے نہیں نکلا۔ ان خاص لمحات سے استفادہ کرتے ہوئے آج بھی کوشش کریں کہ اپنی کمزوریاں دور کریں اور پاک اور صاف ہو کر نئے وجود خدا تعالیٰ سے حاصل کریں کیونکہ آپ پر اگلی صدی کی آنے والی نسلوں کی بہت سی عظیم ذمہ داریاں ہیں۔ آپ میں سے ہر ایک کو **خدا تعالیٰ نے ایک قسم کے تجدید کے مقام پر کھڑا کیا ہے۔ دین اسلام کو جو آئندہ خطرات درپیش ہیں ان کا علاج آج آپ نے کرنا ہے اگر آپ کو اس بات کا شعور ہو۔ آپ کے تقویٰ کا معیار بڑھنے سے آئندہ آنے والے خطرات کا مقابلہ ہوگا۔ آج کی نسل**

نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کس کامیابی کے ساتھ اسلام کی جنگیں دنیا کے مختلف ممالک میں لڑی جانے والی ہیں۔ آپ کا ہتھیار تقویٰ کا ہتھیار ہے اس کے سوا کوئی اور ہتھیار نہیں ہے جو آپ کے ہاتھوں میں تھمایا گیا ہے۔ دعا کا تقویٰ کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے۔ آسمان سے جو اعجاز نازل ہوا کرتے ہیں اُن کا براہ راست تقویٰ کے معیار سے تعلق ہوا کرتا ہے۔ پس اپنے تقویٰ کا معیار بلند کریں اور وہ زادراہ لیں جو ایک سو سال تک آئندہ نسلیں کھاتی رہیں۔ اس لئے آئندہ صدی میں کیا ہونا ہے؟ اس کا فیصلہ آج کے احمدیوں نے طے کرنا ہے، ان کے دلوں نے کرنا ہے، ان کے اخلاق نے کرنا ہے، ان کے نیک اعمال نے کرنا ہے اور ان کے ان فیصلوں اور عزائم نے کرنا ہے کہ ہر صورت میں ہم نے اپنی بدیوں کو جھاڑنا ہے اور نیکیوں کو اختیار کرنا ہے اور نیکیوں کی حفاظت کرنی ہے۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت تقویٰ کے ایک نئے معیار پر نئی صورت میں اُبھرے گی اور نئی شان کے ساتھ دنیا کے سامنے ظاہر ہوگی۔ ایسی شان کے ساتھ ظاہر ہوگی کہ وہ دنیا کی آنکھوں کو خیرہ کردے۔ آپ کی زبانوں میں وہ طاقت نہیں ہے دنیا کو تبدیل کرنے کی جو آپ کے خاموش تقویٰ میں طاقت ہے۔ تقویٰ وہ قوت رکھتا ہے جو بغیر زبان میں ڈھلے عظیم الشان تبدیلیاں پیدا کرسکتا ہے۔ پس اپنے تقویٰ کے معیار کو بڑھائیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے، اس پر توکل کرتے ہوئے اس عزم کے ساتھ داخل ہوں کہ جو کمزوریاں سرزد ہو چکیں وہ ماضی کا حصہ بن جائیں، ڈرونی خوابوں کی طرح پیچھے رہ جائیں اُن کی تعبیریں بھی آپ نہ دیکھیں اور آج آپ نے جو نئے عزائم باندھے ہیں اسلام کی ترقی کے لئے اور اسلام کی سربلندی کے لئے جو آپ پیاری پیاری خوابیں دیکھ رہے ہیں ان کی عظیم الشان تعبیریں دنیا میں ظاہر ہوں اور خدا آپ کو توفیق دے کہ اپنی آنکھوں سے ان تعبیروں کو دیکھیں اور دیکھتے دیکھتے تمام دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو اور ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہمارے دل تراوت حاصل کریں ان باتوں سے۔

یہ ہے ایک احمدی کا تصور جسے ہم نے اس صدی میں پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی ہے۔ یہ ذکر آج کا ذکر ایسا نہیں کہ جس میں غم کی بات کی جائے اور ایسی بات کی جائے جس سے دل پر کسی طرح میل آئے لیکن آپ سب نے پنجاب میں ہونے والے ایک حکومت کے حکم نامہ کا ذکر سنا ہوا ہے اور بہت سے ایسے ہوں گے جو توقع رکھتے ہوں گے کہ میری زبان سے سنیں کہ وہ کیا واقعہ ہوا اور

اس پر جماعت کو کیا رد عمل دکھانا چاہئے۔ اس لئے میں اپنے خطبے کو اس ذکر پر خواہ وہ تکلیف دہ ذکر ہی کیوں نہ ہو ختم کروں گا۔

کچھ عرصہ نہیں تقریباً تین چار دن پہلے مجھے ربوہ سے فون کے ذریعہ یہ پیغام موصول ہوا۔ ناظر صاحب امور عامہ یہ پیغام دے رہے تھے کہ کمشنر سرگودھا ڈویژن اور ڈپٹی کمشنر جھنگ اور پولیس کے بڑے اور چھوٹے تمام افسران اکٹھے ہو کر ربوہ اس غرض سے تشریف لائے کہ ربوہ کے جو چیدہ چیدہ سربراہ تو نہیں کہہ سکتے لیکن ربوہ کے منتظمین یا مختلف افسران جو ربوہ کی نمائندگی کر سکتے ہیں ان کو ایک پیغام دیں اس نیت کے ساتھ تشریف لائے۔ ان کو اکٹھا کیا گیا اور پیغام یہ تھا کہ آپ کو اس صدی کے اختتام پر اور نئی صدی کے آغاز پر کسی قسم کے کوئی جشن منانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ نہ جلوس کی اجازت دی جائے گی، نہ جلسے کی اجازت دی جائے گی، نہ بتیاں روشن کرنے کی اجازت دی جائے گی وغیرہ وغیرہ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے کہا کہ آپ لکھ کر یہ پیغام دیں جب تک حکومت کی طرف سے تحریری حکم نامہ نہیں ملے گا ہم اس کی کوئی پرواہ نہیں کریں گے اور پھر جو کچھ بھی ہوگا اس کی آپ پر ذمہ داری ہے۔ چنانچہ اس پر کمشنر نے ان سے وعدہ کیا کہ میں کل یہ پیغام لکھ کر بھجوا دوں گا۔ ان کا اندازہ یہ تھا کہ اس تحریری پیغام میں تاخیر اس لئے کی جارہی ہے تا کہ جماعت عدالت کی طرف رجوع نہ کر سکے اور آگے جو رخصتیں آرہی ہیں ان سے حکومت فائدہ اٹھالے اور جب تک عدالت تک جماعت پہنچے اس سے پہلے پہلے یہ دن گزر چکے ہوں۔ اتنا ان کی طبیعت پر بوجھ تھا اور اتنا آواز میں غم تھا کہ بات کرتے ہوئے آواز لرز رہی تھی۔ مجھے اس سے بڑی فکر پیدا ہوئی اور میں نے ان سے کہا کہ دیکھیں آپ ہرگز اس طرز میں مجھ سے بات نہ کریں اور میں آپ کو باقاعدہ ایک یہ پیغام دیتا ہوں کہ جو کچھ بھی ہو آپ نے اپنے حوصلے کا سر بلند رکھنا ہے اور قطعاً ان لوگوں سے مرعوب نہیں ہونا۔ چنانچہ میں نے ان کو پھر اس فون کے بعد یہ پیغام بھجوایا کہ ایک سو سال کے خدا تعالیٰ کے بے انتہا احسانات ہیں جو جماعت پر نازل ہوئے ہیں اس کے نتیجے میں جو خوشیاں دلوں سے پھوٹ رہی ہیں ان کو دنیا کی کوئی طاقت دبا نہیں سکتی۔ اس لئے آج میرا آپ کو پیغام یہ ہے کہ آپ نے لازماً خوش رہنا ہے جو کچھ سر پر گزرے آپ نے اپنی خوشی کو مغلوب نہیں ہونے دینا۔ میں نے ان سے کہا کہ جب میں ربوہ سے روانہ ہو رہا تھا تو میں نے آپ سے ایک وعدہ لیا تھا اور وہ وعدہ

یہ تھا کہ آپ اس غم کو مرنے نہیں دیں گے اور ہمیشہ اس غم کو تازہ رکھیں گے۔ اس وعدے کو آج آپ بھول جائیں، آج میں آپ سے ایک نیا وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے بے انتہا فضلوں نے جو جماعت کو خوشیاں دی ہیں آپ ان خوشیوں کو زندہ رکھیں اور کسی ظالم کو اجازت نہیں دیں گے کہ اس کے پنجے آپ کے دلوں سے ان رحمتوں کی خوشیوں کو چھین لیں۔ **آپ کو نئے کپڑے پہننے کی اجازت نہیں تو پھٹے پرانے بوسیدہ کپڑوں میں بازاروں میں پھریں اور خوشیوں سے آپ کے چہرے دمک رہے ہوں۔ آپ کے وجود کا ذرّہ ذرّہ ان دشمنوں کو ناکام اور نامراد کر رہا ہو اور ان کو کہہ رہا ہو کہ ہماری مقدس خوشیوں تک پہنچنے کی تمہارے بہیمانہ پنجوں کو اجازت نہیں دی جائے گی۔** پھر دیکھیں یہ لوگ کس طرح آپ کو ناکام اور نامراد کر سکتے ہیں کوئی دنیا کی طاقت آپ کو ناکام اور نامراد نہیں کر سکتی۔ خدا کے فضلوں کی خوشیاں کوئی دنیا میں روک سکتا ہے، خدا کے رحمتوں کی خوشیاں کوئی دنیا میں روک سکتا ہے؟ چنانچہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں ایک بالکل نئی فضا پیدا ہوگئی اور پنجاب میں جہاں جہاں یہ پیغام پہنچا وہاں بہت سے شہروں میں تو انہوں نے اس بات کی بھی پرواہ نہیں کی کہ کوئی ہمیں قید کرتا ہے مارتا ہے گلیوں میں گھسیٹتا ہے، گالیاں دیتا ہے انہوں نے خوب جشن منائے۔ ربوہ کی تو دوسری حیثیت کے پیش نظر اگر چہ وہاں بتیاں تو نہیں جل سکیں لیکن میں نے ان سے کہا کہ اتارنی آپ نے نہیں ہیں۔ یہ دن ایسا ہے یعنی ۲۳ / مارچ کا دن کہ جس دن یہ ساری قوم مجبور ہوگئی ہے بتیاں جلانے پر اور خوشیاں منانے پر کیونکہ خدا کی تقدیر نے اس دن کو یوم پاکستان بنا دیا ہے۔ اس لئے ان گھروں کی بتیاں احمدیت کی خوشیاں منارہی ہوں گی خدا کی نظر میں اور وہ بتیاں جو ان کو نظر نہیں آتیں جلتی ہوئی آپ کے گھروں پر وہ خدا کی نظر میں سب سے زیادہ روشن قرار دی جائیں گیں اور ایسا ہوتا ہے، خدا کی تقدیر میں ایسا ہوتا آیا ہے۔ **اس لئے احمدیت کو دنیا کی کوئی طاقت ناکام اور نامراد نہیں کر سکتی یہ بات یاد رکھیں۔ ہمارے لئے خوشیوں کے دن آئے ہیں اور خوشیوں کے دن بڑھتے چلے جائیں گے ہمارے لئے۔ ہمارے لئے خوشیاں ایسی مقدر ہو چکی ہیں جو ہماری راتوں کو بھی دن بنا دیں گیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں ایک ذرہ بھی مجھے اس بات میں شک نہیں کہ نئی صدی احمدیت کے لئے نئی نئی خوشیاں لے کر آنے والی ہے۔ پس خوشی سے اچھلو اور کودو اور خدا کی رحمتوں پر شکر کے لئے اور تیاری کرو۔ اپنے شکروں کے معیار کو اور زیادہ بڑھاؤ** کیونکہ ہم نے تو آج خدا تعالیٰ کے گزشتہ

فضلوں کو جو دیکھا ہے اس کی روشنی میں ہم یقین کے طور پر کہہ سکتے ہیں کہ مستقبل اتنا روشن ہے اور اتنا عظیم الشان ہے کہ جس طرح آج سے سو سال پہلے کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ دنیا کے ایک سو بیس ممالک میں جماعت احمدیہ پھیل چکی ہوگی اور کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس سے پہلے تیرہ سو سال میں ساری دنیا کے مسلمانوں نے جتنی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کئے ہیں اس سے دوگنی زبانوں میں چند سال میں جماعت احمدیہ کو توفیق ملی تراجم کر کے ساری دنیا میں اس مقدس صحیفے کے ترجمے کو پھیلا دے۔ کوئی وہم کر سکتا تھا اس زمانے میں؟ پس آج آپ بھی وہم نہیں کر سکتے، سوچ بھی نہیں سکتے کہ خدا کی رحمتوں نے کیا کیا آپ کے لئے مقدر کر رکھا ہے۔

پس میں ربوہ کے رہنے والے ہوں یا پنجاب کے دوسرے علاقوں کے لوگ جو اس حکم کو سن کر غمزدہ ہیں ان کو میں دوبارہ یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی خوشیاں ان کی پہنچ سے بالا ہیں۔ آپ خوش رہیں اور خدا تعالیٰ مزید آپ کی خوشیاں بڑھاتا چلا جائے گا۔ یہ کیوں نہیں سوچتے آپ کہ کس قدر ان کے دل مغضوب ہو چکے ہیں۔ کس قدر ان کی تکلیف کے نئے نئے سامان خدا تعالیٰ نے پیدا کر دیئے ہیں۔ یعنی وہ شخص جو کسی کی خوشی پر عذاب میں مبتلا ہو اس سے زیادہ اور کیا جہنم سوچی جاسکتی ہے۔ بڑے ہی سادہ لوح ہیں وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ انہوں نے حکم دے کر ہماری خوشیاں چھین لی ہیں۔ ان کا حکم دینا بتاتا ہے کہ ان کے دلوں میں آگ لگی ہوئی ہے اس جہنم میں جل رہے ہیں کہ احمدیوں کو کیوں خدا تعالیٰ نئی نئی رفعتیں نئی نئی برکتیں عطا کرتا چلا جا رہا ہے۔ وہ حکم میں آپ کے سامنے پڑھ کر سناتا ہوں اس کو آپ پڑھ کر دیکھیں یہ کوئی رونے والا حکم۔ اس پہ تو ہنسی آتی ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ کس قدر بیوقوف اور جاہل قوم ہے یہ کہ جو اس طرح دوسرے کی خوشیاں چھیننے کی کوشش کر رہی ہے اور یہ رزیل کوشش بتا رہی ہے کہ دلوں میں ایک آگ لگی ہوئی ہے، جہنم برپا ہے۔ بہت انہوں نے کوشش کی، بہت زور مارے کہ احمدیت کو ناکام اور نامراد کر دیں۔ آج سو سال کے بعد اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہیں کہ کوئی پیش نہیں گئی، کوئی سختی کام نہ آئی، کسی قسم کے رزیل ارادوں نے احمدیت کو ناکام تو کیا کرنا تھا احمدیت کے پاؤں کی خاک کو بھی وہ ناکام و نامراد نہیں کر سکے۔ یہ وہ کیفیت ہے جو اس حکم سے ظاہر ہے۔ ایک شکست کا اعتراف ہے کہ ہم سب کچھ کر بیٹھے ہیں ہم نامراد ہو گئے ہیں اب خدا کے لئے خوش نہ ہو۔ کیونکہ تمہاری خوشیاں ہمیں تکلیف دیں گی۔ حکم نامے کے

الفاظ یہ ہیں۔ڈپٹی کمشنر صاحب لکھ رہے ہیں۔

’’جبکہ میرے علم میں یہ بات لائی گئی ہے کہ ضلع جھنگ میں قادیانی ۲۳ / مارچ ۱۹۸۹ء کو قادیانیت کی اپنی صد سالہ جوبلی منعقد کر رہے ہیں اور اس کے لئے انہوں نے چراغاں کرنے، عمارات سجانے، سجاوٹی گیٹ کھڑے کرنے، پمفلٹ تقسیم کرنے، دیواروں پر پوسٹر لگانے، شیرینی بانٹنے، سپیشل کھانے (لفظ سپیشل کھانے بھی خوب ہے)، بیجز کی نمائش، بینر لگانے اور جھنڈیاں وغیرہ لگانے کا انتظام کیا ہے جو کہ مسلمانوں کے نزدیک سخت قابل اعتراض ہے‘‘۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)

اب بتائیں اس حکم کے اوپر رونا آئے گا یا ہنسی آئے گی یعنی یہ ساری چیزیں مسلمانوں کے نزدیک سخت قابل اعتراض ہیں۔آپ کا ہنسنا بعض دلوں میں آگ لگا رہا ہے۔آپ کی خوشیاں بعض سینوں میں جہنم کے سامان پیدا کر رہی ہیں۔یہ آپ کی خوشی کا موقع ہے اور آپ کے ناچنے اور گانے کے دن ہیں یا مغموم ہونے کے دن ہیں۔قرآن کریم فرماتا ہے اور یہی قرآن کریم کی پیشگوئی تھی کہ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (الفتح:۳۰) یہ سرسبز وشاداب کھیتیاں جو اُگائی جارہی ہیں خدا کی راہ میں انہوں نے ضرور نشوونما پانی ہے، لہلہانا ہے۔ان کی شاخوں نے مضبوطی اختیار کرنی ہے۔ان کے تنوں نے تنومند ہو جانا ہے اور کوئی دنیا کی طاقت اس تقدیر کو بدل نہیں سکتی۔جتنی یہ کھیتی شاداب ہوتی چلی جائے گی اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ اس کے نتیجے میں ان لوگوں کا انکار کرنے والے اور زیادہ غیض وغضب کی آگ میں جلتے چلے جائیں گے۔

پس چودہ سوسال پہلے جو عظیم الشان پیشگوئی قرآن کریم میں کی گئی تھی آج آپ نے اپنی آنکھوں کے سامنے اس کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔اس لئے اس پر اور بھی خوش ہوں۔اس قسم کے حکم ناموں نے ثابت کر دیا ہے کہ سچا تھا وہ قرآن جس نے یہ پیشگوئی کی تھی اور سچا تھا وہ رسول جس پر یہ کلام الٰہی نازل ہوا اور سچا تھا وہ خدا اور عالم الغیب تھا وہ جانتا تھا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔وہ جانتا تھا کہ ایسے بھی دن آئیں گے کہ بعض لوگوں کی خوشیاں بعض دوسرے لوگوں کے لئے عذاب بن جائیں گی۔پس یہ حکم نامہ جو ہے یہ ہمیں مغموم کرنے کے لئے نہیں بلکہ ہماری خوشیوں میں اضافہ کرنے کے لئے ایک دستاویزی ثبوت کے طور پر ہمارے ہاتھ میں آیا ہے۔چنانچہ آگے جا کر لکھتے ہیں۔یہ دیکھو احمدی کیا ظلم کر رہے ہیں۔پچھلے سو سالوں کے کارناموں پر خوش ہو رہے ہیں حالانکہ

پنجاب گورنمنٹ کے ہوم ڈپارٹمنٹ نے بذریعہ ٹیلی پرنٹر پیغام بتاریخ ۲۰/ مارچ ۱۹۸۹ء میں متذکرہ بالا قادیانیوں کے صد سالہ جشن پر صوبے بھر میں پابندی لگانے کا فیصلہ کیا ہے۔

کہ حکومت پنجاب نے فلاں فلاں قانون بذریعہ فلاں کے ذریعہ جو ٹیلی پرنٹر کے ذریعے بھجوایا گیا تھا ان کے اوپر پابندی لگانے کا فیصلہ اور یہ خوش ہو رہے ہیں۔ یعنی دلوں کے اوپر بھی پنجاب کی حکومت فیصلہ کرے گی کہ کیا واردات گزرے۔ ایسا بیوقوفوں والا فیصلہ میں سمجھتا ہوں کہ حکومتوں کی تاریخ میں ایک منفرد فیصلہ ہے۔ بڑی بڑی جاہل حکومتیں ہم نے سنی ہیں تاریخ میں ذکر بھی کرتے ہیں مگر ایسا احمقانہ، ایسا جاہلانہ حکم نامہ آج تک میرا خیال ہے دنیا کی کبھی کسی حکومت کو جاری کرنے کی توفیق نہیں ہوئی ہوگی۔ پھر وہ فرماتے ہیں۔

اور جبکہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸ سی PPC ایکٹ XLV ۱۸۶۰ء کے تحت قادیانی گروہ کے کسی شخص کو یہ اختیار نہیں کہ وہ بلاواسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے دین کو اسلام کہے یا قرار دے یا اپنے دین کی تبلیغ یا پرچار کرے یا دوسروں کو اپنے دین کی تحریری زبان یا کسی مرئی طریق سے دعوت دے یا کسی بھی انداز سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائے تو مستوجب سزا ٹھہرے گا جبکہ میری رائے اور گورنمنٹ کے مندرجہ بالا فیصلے اور تعزیرات پاکستان کے مندرجات کے مطابق اور زیر دفعہ ۲۹۸ سی PPC ایکٹ XLV آف ۱۸۶۰ء۔ ایسی کافی وجوہات موجود ہیں کہ اس کی (یعنی صد سالہ تقریبات کی) فوری روک تھام کی جائے اور ایسی ہدایات کا اجراء ضروری ہے جو انسانی زندگی، املاک اور امن وسکون عامہ کو درپیش خطرہ کا انسداد کریں۔ اس لئے اب میں چوہدری محمد سلیم ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ دفعہ ۱۹۹۸ PC ۱۴۴ج کے تحت اپنے اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے قادیانیوں کو ضلع جھنگ میں مندرجہ ذیل سرگرمیوں سے باز رکھنے کے لئے حکم صادر کرتا ہوں۔'' عمارات اور ان کے احاطوں میں چراغاں کرنا۔ (یعنی اپنے گھروں کے اندر بھی نہیں چراغاں کر سکتے) سجاوٹی گیٹ لگانا، جلسے اور جلوس کا انعقاد، لاؤڈ سپیکر یا میگافون کا استعمال، نعرے لگانا، بیجز آویزاں کرنا، رنگ برنگے قمقے اور بینرز لگانا، پمفلٹ تقسیم کرنا، پوسٹر لگانا، دیواروں پر لکھنا، مٹھائی یا کھانا یا تقسیم کرنا (جہالت کی حد ہوتی ہے۔ کیسی احتیاط ہے زبان میں ماشاء اللہ۔ آخر وہ ڈپٹی کمشنر ہیں پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایسی زبان استعمال کروں کہ کوئی

احمدی بچ کے جا ہی نہ سکے۔ اگر مٹھائی تقسیم کرنا ہو تو کہہ دیں گے جی کہ ہم تو کھا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں مٹھائی یا کھانا یا تقسیم کرنا) اور کوئی ایسی حرکت جو بالواسطہ یا بلاواسطہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات انگیخت یا مجروح کرنے کا موجب ہو۔

بالواسطہ یا بلاواسطہ۔ اب ہم تو سانس لیتے ہیں تو آپ کے جذبات مجروح ہوتے ہیں ہم کریں کیا آخر؟ سانس لینا تو نہیں چھوڑ سکتے اور تم میں طاقت نہیں ہے کہ احمدیت کے سانس بند کر سکو۔ تمہاری مجال نہیں ہے کہ احمدیوں کی خوشیاں چھین سکو۔ تم ایک ضلع کے ڈپٹی کمشنر ہو کے یہ خدائی کی باتیں کرتے ہو۔ خدا کی قسم تمام دنیا کی حکومتیں بھی مل کر اگر ایسے ذلیل اور رزیل فیصلے کریں گی تب بھی احمدیوں کے دلوں سے ان کی خوشیاں نہیں چھین سکیں گی۔ تم ایک سوسال کی خوشیوں پہ اس قدر نامرادی کا اظہار کر رہے ہو تمہیں کیا پتا کہ اگلے سوسال تمہیں کیا دکھانے کے لئے آ رہے ہیں؟ اپنی دلوں کی جہنموں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے جو سامان کر سکتے ہو کرو لیکن خدا کی قسم احمدیت میں آنے والی صدی بیشمار اور بے انتہا خوشیاں لے کر آئے گی اور کوئی دنیا کی طاقت نہیں جو ان خوشیوں کے دلوں پر اپنے پنجے گاڑ سکے۔ یہ تمہاری تحریریں ان کی حیثیت کیا ہے۔ یہ تمہاری باتیں شوخیاں ہیں اس سے بڑھ کر اور اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس لئے لگاؤ جتنا مرضی زور لگاؤ خدا کی بارش کی طرح برستی رحمتوں کو روک نہیں سکتے تم ناممکن ہے تمہارے لئے۔ دستخط کرنے کا آخر پر دیکھیں کس شان سے ذکر فرمایا۔

میرے ہاتھ اور عدالت کی مہر سے آج مورخہ ۲۱/ مارچ ۱۹۸۹ء کو جاری کیا گیا۔ چوہدری محمد سلیم ڈپٹی کمشنر۔

اگر تمہاری ڈپٹی مجسٹریٹی وہاں نہیں کام کر سکی جنہیں آپ حکم دے رہے ہو ساری دنیا سے تم احمدیوں کی خوشیاں چھین لو گے۔ حیثیت کیا ہے توفیق کیا ہے تمہاری؟ اب تم سمجھتے ہو کہ تم حکومت کے کارندہ ہو تمہارے ہاتھ میں ایک تحریر لکھی ہے اور شائد تم یہ بھی سمجھتے ہو کہ تمہارا دل اس تحریر میں نہیں ہے صرف تمہارے ہاتھ مجبور ہیں اس لئے تم سزا نہیں پاؤ گے۔ مگر میں تمہاری یہ غلط فہمی دور کرنی چاہتا ہوں۔ مجھے یاد ہے حضرت مصلح موعودؓ کے گھر کی تلاشی کا جب حکم دیا گیا پنجاب گورنر کی طرف سے ۱۹۵۳ء کی بات ہے تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بلایا کہ میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ

پولیس یا ڈی ایس پی تھا اس کے ساتھ پھر کر وہ تلاشی کرواؤں۔ اس زمانے میں شرافت کا معیار آج سے بہت زیادہ بلند تھا۔ چنانچہ وہ ڈی ایس پی صاحب یا ایس پی صاحب مجھے اب صحیح یاد نہیں جب تشریف لائے تو بہت ہی زیادہ شرمندہ اور معذرت خواہ تھے۔ بار بار یہ حضرت صاحب سے عرض کر رہے تھے کہ مجھے معاف کریں میں بالکل مجبور اور بے اختیار ہوں۔ بتائیے میرا کیا گناہ ہے؟ میں تو ایک ادنیٰ کارندہ ہوں حکومت کا اور گورنر پنجاب کا حکم ہے میں اس کو ٹال نہیں سکتا میں مجبور ہوں۔ بتائیے اس کی سزا مجھے تو نہیں پہنچے گی، کیا میں بھی بدنصیب ہوں گا اس وجہ سے کہ مجھے استعمال کیا گیا ہے؟ حضرت مصلح موعودؓ یہ بات سنتے رہے اور مسکراتے رہے اور آخر آپ نے فرمایا کہ دیکھیں میں جانتا ہوں کہ آپ مجبور ہیں لیکن بعض دفعہ مجبوریوں سے بھی بدبختیاں مل جایا کرتی ہیں اور بعض دفعہ مجبوریوں سے بھی سعادتیں مل جایا کرتی ہیں۔ آپ سے زیادہ وہ جوتی مجبور تھی جو ابوجہل کے قدموں میں تھی اور اسی طرح وہ جوتی مجبور تھی جو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدموں میں تھی۔ آپ بتائیں کہ کیا دونوں کا ایک ہی سا نصیب تھا؟ کیا وہ جوتی منحوس اور بدنصیب نہیں تھی جو ابوجہل کے قدموں میں تھی؟ لیکن تھی بے اختیار۔ اسی طرح کتنی معزز اور کس شان کی وہ جوتی تھی جس پر میرے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدم پڑا کرتے تھے اور قدموں کے ساتھ لپٹی پھرا کرتی تھی۔ اس لئے یہ نحوست تو ایسی ہے جس میں میں بے اختیار ہوں میں چاہوں بھی تو اس نحوست سے آپ کو الگ نہیں کر سکتا۔ ایسے لرزے وہ، اس قدر وہ خوفزدہ ہوئے کہ وہ تلاشی مجھے یاد ہے وہ جس طرح انسان سونگھتا پھرتا ہے جگہ کو تھوڑا تھوڑا سونگھا اور اس کے بعد کہا کہ بس اس سے زیادہ مجھ میں طاقت نہیں۔ وہ زمانہ اور تھا شرافتوں کے معیار، تقویٰ کے معیار اور ہوا کرتے تھے اب تو ہم نے پانیوں میں بہتے بہتے ایک اور سی فضا میں سر نکالا ہے۔ **پس اس موقع پر اگر چہ دنیا کی اکثریت تو پاکستانی نہیں مگر میں پاکستانی ہوں اور مجھے اپنے ملک سے محبت ہے اور پیار ہے اپنے وطن سے میں مجبور ہوں اور نہیں تو میرے تعلق کی خاطر، میری خاطر اس بدنصیب ملک کے لئے دعا کریں کہ جتنے دن باقی ہیں بدنصیبوں کے اللہ تعالیٰ دور فرماوے۔ ان رزیل اور کمینی حکومتوں کی صفیں لپیٹ دے جو صرف اسلام کے نام پر نہیں وطنیت کے نام پر بھی داغ ہیں اور انسانیت کے نام پر بھی داغ ہیں۔ حماقتوں کی پوٹیں ہیں اس کے سوا ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ تمام دنیا میں ہمارے عزیز وطن کو بدنام کرنے کا موجب بن رہی ہیں۔ پس**

اللہ دن بدلے اور موسم تبدیل فرماوے اور جلد از جلد ہمارا ملک اس قسم کی نحوستوں سے آزاد ہو اور خدا کی رحمتوں اور برکات کا موجب بنے۔ پس اور اگر آپ کا تعلق اس ملک سے نہیں تو میری خاطر جس کے ہاتھ پر آپ نے بیعت کی ہے میرے تعلق کی خاطر مجھ پر رحم کرتے ہوئے میرے ملک کے لئے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

خطبہ ثانیہ کے دوران فرمایا:۔

ایک ذکر میں بھول گیا تھا جو مجھے بہت عزیز ہے یعنی اسیران راہ مولیٰ کا ذکر۔ ہم نے دعائیں کیں، گریہ وزاری کی کہ اے خدا اگلی صدی کے آغاز سے پہلے ان کے بندھن ٹوٹ جائیں اور وہ بھی ہماری طرح آزادی کے سانس لیتے ہوئے ہماری خوشیوں میں شریک ہوں لیکن وہ مالک ہے ہم ادنیٰ بندے ہیں۔ ابھی خدا کی تقدیر کو شائد یہ منظور نہیں تھا لیکن آپ یہ دعائیں ضرور جاری رکھیں۔ آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں خدا کی تقدیر کا حکم دنیاوی احکام پر غالب ضرور آئے گا اور مجھے ہرگز مایوسی نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ غیر معمولی سامان ایسے پیدا فرمائے گا کہ ہمارے عزیز مظلوم بھائی جو تمام احمدیت کی نمائندگی کے طور پر اسیری کی مشقتوں میں سے گزر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے یہ بوجھ بھی آسان فرما دے ان کو تسکین قلب عطا کرے، ہر مشکل ان کے لئے ہلکی کر دے اور پھر ان زنجیروں کے ٹوٹنے کے سامان پیدا کرے۔ بظاہر زنجیریں تو انہوں نے پہن رکھی ہیں لیکن ان زنجیروں کی بندش، اس کی تنگی ہمارے دلوں کو محسوس ہو رہی ہے۔ اس لئے جب تک وہ زنجیریں نہیں ٹوٹیں گی اس وقت تک ہمارے دلوں کی یہ تنگی کا احساس مٹ نہیں سکتا یہ نہیں ٹوٹ سکتا۔ تو دعا کریں ان کی خاطر نہیں تو اپنی خاطر ہی کریں لیکن میں جانتا ہوں کہ ہم اگر تکلیف محسوس بھی کر رہے ہوں گے تو اس تکلیف کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہمیں سعادتیں مل رہی ہیں اور یہ تکلیف اپنی ذات میں معزز تکلیف ہے۔ اس لئے فی الحقیقت کوئی سچا انسان بھی اپنی تکلیف دور کرنے کی خاطر نہیں اپنے بھائی کی تکلیف کو دور کرنے کی خاطر یہ دعائیں کرے گا۔ اس لئے آپ خالصۃً للہ اپنے ان عزیز بھائیوں کو جس طرح پہلے دعاؤں میں یاد رکھتے آئے ہیں مزید دعاؤں میں یاد رکھیں اور امید رکھیں اور یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ضرور مناسب وقت پر جب خدا کی تقدیر فیصلہ کرے گی ان دعاؤں کو سنے گا اور انشاء اللہ ان بھائیوں کی قید کی زنجیریں لازماً توڑی جائیں گی۔ اللہ وہ دن جلد تر ہمیں دکھائے۔ آمین۔